غلبہ اسلام کی جو اہم تحریک جاری ہے اِس میں پوری ہمت اور اخلاص سے حصہ لیتے چلے جائیں

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴؍مارچ ۱۹۷۲ء بمقام مسجد مبارک۔ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیات پڑھیں:-

وَلَقَدْ كَانُوْا عَاهَدُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ ۭ وَكَانَ عَهْدُ اللّٰهِ مَسْـُٔوْلًا ⑯ (الاحزاب: ۱۶)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ⑧ (محمد: ۸)

طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ ۣ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ ۣ فَلَوْ صَدَقُوا اللّٰهَ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ㉒ (محمد: ۲۲)

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ ۙ وَنَبْلُوَا۟ اَخْبَارَكُمْ ㉜ (محمد: ۳۲)

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ ㉞ (محمد: ۳۴)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانے والے مومن

بندوں سے ایک پختہ عہد لیا تھا اور جو ہمیشہ لیا جاتا رہا ہے اور آپ پر ایمان لانے والے قیامت تک جس عہد کے پابند ہیں، وہ یہ ہے کہ لوگ حقیقی طور پر ایمان لائے ہیں، خدا تعالیٰ کی راہ میں اُنہیں جو مجاہدہ اور جدوجہد کرنی پڑے گی وہ اس سے منہ نہیں پھیریں گے، وہ اس سے پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ عہد یاد دلایا ہے۔قرآن عظیم جو قیامت تک کے لئے ایک کامل شریعت ہے، وہ ہر صبح وشام ہمیں یہ یاد دلاتی ہے کہ تم نے اِس عہد کو بھولنا نہیں کیونکہ یہ ایک ایسا عہد ہے جو خدا تعالیٰ سے باندھا گیا ہے اور اس کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دہ ہونا پڑے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جس سے واقعی جواب طلبی کی گئی تم سمجھو کہ وہ ہلاک ہو گیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی پر رحم کرنے پر آتا ہے تو اس کی رحمت جوش میں آتی ہے اور وہ اپنے بندوں کو معاف کر دیتا ہے وہ انہیں یہ جتاتا بھی نہیں ہے کہ اُن کے کیا گناہ تھے۔ وہ اپنی رحمت میں انہیں لپیٹ لیتا ہے اور نور کی چادر اُن کے گرد باندھ دیتا ہے۔ اُس اگلی دُنیا میں بھی کسی دوسرے کو بھی بلکہ خود اپنے آپ کو پتہ نہیں لگے گا۔ خدا تعالیٰ کے نور اور اس کی رحمت کی چادر انسان اور اس کی بداعمالیوں کے درمیان کچھ اس طرح آ جائے گی کہ خود انسان اپنے گناہوں، غلطیوں، کوتاہیوں، بے ادبیوں اور نافرمانیوں کو بھول جائے گا۔ کیونکہ اگر وہ نہ بھولے تو پھر جنت کا وہ تصور باقی نہیں رہتا جسے خدا تعالیٰ نے قران کریم میں بیان فرمایا ہے۔ لیکن مَنْ حُوْسِبَ عُذِّبَ یعنی جس کا واقعی حساب لیا گیا وہ ضرور ہلاک ہو گیا۔ مگر یہ عہد ایسا ہے جس کے متعلق خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ (اور چیزوں کے متعلق بھی فرمایا ہے کہ) تمہارا حساب لیا جائے گا۔ غرض یہ عہد ایک ایسا عہد ہے کہ یہ ’’مسئولا‘‘ ہے یعنی تم سے اس کی جواب طلبی کی جائے گی۔ تمہیں اس کا حساب دینا پڑے گا۔ تم سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا اور تم سے اس بارے میں سوال کیا جائے گا کہ تم نے یہ عہد کیا تھا اسے تم نے کیوں نہیں نباہا۔

پس یہ ایک بڑا پختہ عہد ہے جو بندوں سے لیا گیا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کے سامنے جواب دِہ ہونا کوئی آسان کام نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی ہلکا کام ہے جسے ہم نظر انداز کر دیں۔ انسان

سوچتا ہے اتنی بڑی ذمہ داری میں نے نباہنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ہدایت اور اس کی مہربانی کے بغیر میں اس عہد سے کیسے عہدہ برآ ہوں گا۔ چنانچہ اس کے متعلق بھی قرآن کریم ہی نے ہمیں یہ بتایا ہے کہ اگر تم ثبات قدم چاہتے ہو تو اِس کا ایک طریق یہ ہے کہ:-

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ

یعنی اگر تم اللہ کے دین کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو مضبوط کرے گا۔ لَا يُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ ہمارا اپنے رب سے عہد ہے کہ ہم خدا کی راہ میں ثبات قدم دکھائیں گے اور مختلف رنگ کے مختلف جہاد میں سے کسی میں بھی ہم منہ نہیں پھیریں گے اور پیٹھ نہیں دکھائیں گے۔

اگرچہ اِن آیات میں خاص طور پر جنگ کا ذکر ہے جو ظاہری سامانوں کے ساتھ لڑی جاتی ہے لیکن اس میں جو اصولی بات بیان ہوئی ہے وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کی راہ میں پیٹھ نہیں دکھانی۔ اپنی ذمہ داریوں سے منہ نہیں پھیرنا بلکہ ہر حال میں ان کو نباہتے چلے جانا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تمہاری ذہنیت ایسی ہونی چاہئے کہ تم ہر حالت میں اور ہر صورت میں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے رہو گے۔ اگر تمہارا یہ پختہ عزم ہوگا کہ تم خدا تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے رہو گے اور کسی صورت میں بھی اس عہد کے خلاف کام نہیں کرو گے تو آسمان کے فرشتے نازل ہوں گے جو تمہارے قدموں میں ثبات پیدا کر دیں گے اور پھر تم خدا تعالیٰ کی مہربانی سے اپنے عہد پر پورا اُترو گے۔

پس يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ میں اس نصرت الٰہی کا وعدہ ہے جو خدا تعالیٰ کے فرشتے ثبات قدم پیدا کریں گے۔ کیونکہ اس کے بغیر انسان کچھ نہیں کرسکتا۔ اور اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ کے ظاہری طور پر صرف یہی معنے ہیں کہ مثلاً لوگ خدا کی راہ میں لڑنے کے لئے ہتھیار لے کر آ گئے یا جہاد کے لئے پیسے دے دیئے بلکہ اللہ کے دین کی نصرت سے مراد وہ فدائیت ہے جو انسانی فطرت کا جزو بن جاتی ہے جو اس کی ذہنیت بن جاتی ہے جو انسان کی روح بن جاتی ہے۔ انسان کی ایمانی روح ہی یہ ہے کہ خواہ کچھ ہو جائے اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے رہنا ہے اور پھر دین کی یہ نصرت ہزار قسم کی ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ہزار قسم کے مطالبات ہیں جو ہزار قسم

کے مختلف حالات میں کیئے جاتے ہیں۔ مثلاً مالی قربانیاں ہیں جان کی قربانیاں ہیں یعنی وقف زندگی کی شکل میں زندگی کی قربانی ہے۔ پھر اشاعت قرآن کے لئے جدوجہد ہے جو آج کل بڑے زور سے شروع ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس میں کامیابی عطا فرمائے اور یہ دراصل جہاد اکبر ہے۔ کسی آدمی نے پتہ نہیں یہ کیسے کہہ دیا تھا کہ اسلام کی اشاعت کے لئے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار ہو، تب صحیح نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ لیکن ہمیں تو خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے اور یہی حقیقی الٰہی آواز ہے جو ہمارے کانوں میں پڑی ہے اور جس کا ہم دُنیا میں اعلان کرتے ہیں کہ ہمارے ایک ہاتھ میں قرآن ہے اور ہمارے دوسرے ہاتھ میں بھی قرآن ہے۔ قرآن کریم نے ہمارے دونوں ہاتھوں کو مصروف رکھا ہوا ہے۔ البتہ قرآن کریم جب یہ کہتا ہے تلوار پکڑلو تو ہم تلوار پکڑ لیتے ہیں۔ لیکن قرآن کریم ہی جب یہ کہتا ہے کہ مدافعانہ تلوار کا زمانہ گزر گیا اب ہم نے تلوار کا کام قلم سے دکھانا ہے اب ہم نے تلوار کا کام نیکی کی باتوں کو بیان کر کے اپنی زبان سے دکھانا ہے۔ اب ہم نے میدان تبلیغ میں کود کر ان لوگوں سے مشابہت حاصل کرنی ہے جو میدان جنگ میں کود جاتے تھے۔ اب ہم نے میدان تبلیغ اور اشاعت اسلام کے میدان میں ڈٹ جانا ہے اور اس میں ثبات قدم کے ساتھ کوشاں رہنا ہے۔ ہم نے اس میدان سے منہ نہیں پھیرنا۔ کمزوری نہیں دکھانی۔ دُنیا کی لالچ میں نہیں پڑنا کیونکہ ہم نے خدا تعالیٰ کے ساتھ یہ عہد کیا ہوا ہے کہ ہم تیرے دین کی مدد کریں گے۔

پس یہ وہ ذہنیت ہے جس کی طرف اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یعنی اگر تم خدا تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے اس طرح تیار ہو جاؤ گے کہ ہر دوسری چیز کو بھول جاؤ گے تو تمہاری یہی ایمانی روح خدا تعالیٰ کے دین کی مدد کا ذریعہ بن جائے گی۔

ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے والے ہیں اور ہم نے آپ ہی کے ذریعہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن کا مشاہدہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جو آدمی خدا تعالیٰ کے عشق میں مخمور ہو جاتا ہے اس کو تو اس بات کی ہوش بھی نہیں ہوتی کہ میری کوئی تعریف کر رہا ہے یا نہیں میرے اوپر کوئی لعن طعن کر رہا ہے یا نہیں۔ وہ تو اللہ تعالیٰ کے عشق میں مست ہوتا ہے۔

دل ریش رفتہ بکوئے دگر زتحسین و لعنِ جہاں بے خبر

پس یہ خدا تعالیٰ کے عشق میں مست ہونے کی جو حقیقت ہے اسی کی طرف اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ میں اشارہ کیا گیا ہے یعنی اگر تم اسی فدایانہ ذہنیت کے ساتھ اور اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرو گے اور کچھ ادھر اور کچھ اُدھر نہیں جاؤ گے (انہی آیات میں آگے یہ کہا گیا ہے، ان کی میں نے اس وقت تلاوت نہیں کی ان کا مفہوم بیان کر رہا ہوں کہ تم یہ نہیں کہو گے کہ ہم کچھ باتوں کی اطاعت کریں گے اور کچھ میں اپنی مرضی چلائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم کچھ باتوں میں اپنی مرضی چلاؤ گے اور کچھ میں میری اطاعت کرو گے تو میری ساری لعنت تم پر پڑے گی۔ فرماتا ہے میں یہ نہیں کہوں گا کہ کچھ میری رحمت میں سے حصہ لے لو اور کچھ میرے قہر اور غضب سے حصہ لے لو۔

پس اس ذہنیت کا پیدا ہونا جس کی طرف اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ بڑا ضروری ہے خصوصاً ایک احمدی کے لئے بڑا ضروری ہے اور احمدیوں میں سے اس گروہ کے لئے بڑا ضروری ہے۔ جنہوں نے خدا تعالیٰ سے ایک نیا عہد باندھا ہے کہ ہم اپنی زندگیاں تیرے دین کے لئے تیری راہ میں وقف کرتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ میں جس ذہنیت کی طرف اشارہ ہے اس کی مزید تشریح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ کامل اطاعت کرنی ہے اور بے چون و چرا اطاعت کرنی ہے اور نیکی کی باتیں کر کے خدا تعالیٰ کی محبت کو دلوں میں پیدا کرنا ہے۔ قولِ معروف میں نیک باتوں کے پھیلانے کے معنے بھی آتے ہیں۔ اشاعت قرآن کریم کے معنے بھی آتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے کے متعلق اور بنی نوع انسان کے متعلق نیک باتیں کرنے کے معنے بھی پائے جاتے ہیں۔

پس قول معروف کے صرف نیکی کی باتوں کو پھیلانے کے معنے نہیں جس طرح کہ تم عام طور پر کہتے رہتے ہو کہ نماز پڑھنی چاہیئے۔ وضو کے ساتھ پڑھنی چاہیئے شرائط کے ساتھ پڑھنی چاہیئے، وقت پر پڑھنی چاہیئے، مسجد میں جا کر پڑھنی چاہیئے، باجماعت پڑھنی چاہیئے،

خشوع وخضوع کے ساتھ پڑھنی چاہئے وغیرہ سینکڑوں ہزاروں احکام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے یہ بھی قول معروف ہے یہ بھی نیکی کی باتیں ہیں جو ہمیں ایک دوسرے کو کہتے رہنا چاہئے ''ذَکِّرْ'' میں بھی اسی بات کا حکم دیا گیا ہے اور امام کو تاکید کی گئی ہے کہ وہ لوگوں کو احکام یاد دلاتا رہے۔ چنانچہ میرا آج کا خطبہ بھی اسی ''ذَکِّرْ'' کے نتیجہ میں، اسی کی روشنی میں اور اسی حکم کے ماتحت ہے اس لئے کسی کے متعلق بدظنی کی بات نہ کی جائے۔ حُسن ظن کی جو بات کی جاتی ہے عزت واحترام کی جو بات کی جاتی ہے۔ جو حقارت کی بات نہیں ہوتی جو پیارے پیارے نام رکھ کر بات کی جاتی ہے اور برے نام نہیں رکھے جاتے۔ حقارت، ہنسی اور تمسخر نہیں کیا جاتا، غرض یہ ساری باتیں ''قول معروف'' کے اندر آجاتی ہیں یعنی نیکی کے احکام یاد دلانا اور دوسروں کے متعلق اپنی نیک رائے کا اظہار کرنا۔ بدظنی نہیں کرنی، آپس میں بھی نہیں کرنی مگر جس کو خدا تعالیٰ نے امام بنا دیا ہے اس کے متعلق تو بالکل ہی نہیں کرنی کیونکہ اس میں اور بہت ساری ذمہ داریاں آجاتی ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ ایک استاد کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے شاگرد کے متعلق اس قسم کی بات کرے اور اسی طرح شاگرد کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے استاد کے متعلق اس قسم کی بات کرے جو قول معروف کے منافی ہے۔ اسی طرح اگر تم امیر ہو تو تمہیں خدا تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا کہ اپنے باورچی یا اپنے گھر میں صفائی کرنے والے کے متعلق قول معروف کے علاوہ کوئی اور بات کرو، تم ان کے متعلق بھی نیک بات کرو۔ ان سے بھی پیار کی بات کرو ان سے بھی عزت واحترام سے پیش آؤ ورنہ قول معروف کے تقاضے پورے نہیں ہوں گے۔

پس اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ کی رو سے تم نے اپنے اندر وہ ذہنیت پیدا کرنی ہے اور تم نے طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ کے لحاظ سے ایک تو کامل اطاعت کا نمونہ دکھانا ہے۔ دوسرے اپنے معاشرہ میں کامل حُسن کا نمونہ دکھانا ہے کیونکہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قرآن کریم کے عظیم نور کی طرح خود بھی ایک عظیم نور تھے۔ آپ ایک ایسا نور تھے جس کی مثال کہیں نہیں ملتی۔ ایسا حُسن کہ ''دو خوبصورتیوں'' میں کوئی دوری نہیں ہے۔ کوئی غیریت نہیں ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفات کا جو حُسن اس کے قول کے ذریعہ ظاہر ہوا اور اللہ تعالیٰ کی صفات کا جو حُسن

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ اس میں یعنی ان دو خوبصورتیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

پس اس سے یہ ظاہر ہوا کہ تم نے دوسروں کے متعلق نیکی کی باتیں بھی کرنی ہیں اور نیک باتیں بھی کرنی ہیں تم نے دوسروں کے متعلق بری باتیں نہیں کرنی۔ تم نے اطاعت کا کامل نمونہ دکھانا ہے۔ تب تم اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ کی بنا پر اس گروہ میں شامل ہو سکتے ہو جو يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ کا مصداق ہے۔ کیونکہ تم نے خدا تعالیٰ کے دین کی مدد کے لئے ایک ایسا عزم کر لیا۔ ایک ایسا عہد کر لیا۔ ایک ایسی نیت کر لی اور ایک ایسا ارادہ کر لیا جو تمہاری ساری زندگی کے ارادوں پر محیط ہو گیا ہے۔ تمہارا کوئی ارادہ اس سے باہر نہیں رہا۔ تم نے یہ پختہ عزم کر لیا کہ ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت سے باہر نہیں جائیں گے ہم خدا تعالیٰ کی راہ میں آگے بڑھیں گے، پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ جو تکالیف سامنے آئیں گی ہم ان سے بچنے کی کوشش نہیں کریں گے جو روکیں پیدا ہوں گی ہم ان کو پھلانگیں گے یا ان کو پرے ہٹا دیں گے۔ اس لئے تم میں سے کسی کا یہ کہنا کہ جی روک پیدا ہو گئی ہے یا ان کو پرے ہٹا دیں گے۔ اس لئے تم میں سے کسی کا یہ کہنا کہ جی روک پیدا ہو گئی ہے۔ راہ میں کانٹے بچھ گئے ہیں پاؤں زخمی ہوتے ہیں دل دُکھتے ہیں سینہ چھلنی ہوتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ چھلنی ہونے دو کیونکہ تم نے یہ عہد کر رکھا ہے کہ خواہ کچھ ہو جائے تم خدا کی راہ میں قربانیوں سے منہ نہیں پھیرو گے اور پیٹھ نہیں دکھاؤ گے۔

میں نے کئی دفعہ کہا ہے اور میں یہ بات بڑی سنجیدگی سے کہتا رہا ہوں اور اسے اب بھی دُہرا دیتا ہوں کہ اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے تم سے یہ وعدہ نہیں کیا کہ (جب تم خدا کے دین سے پیٹھ پھیرو گے تو وہ) تمہاری پیٹھوں کی حفاظت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے تم سے یہ وعدہ کیا ہے کہ وہ تمہارے سینوں کی حفاظت کرے گا۔ چنانچہ مسلمانوں کی تاریخ بھی ہمیں یہی بتاتی ہے کہ جب یہ دشمن اسلام کے سامنے دعویٰ اسلام کرنے والے کی پیٹھ آئی اسے چھید دیا گیا اور جب بھی دشمن اسلام کے سامنے ایک مسلمان مومن کا سینہ آیا اور اس کا چہرہ سامنے آیا اور اس نے موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر آگے بڑھنے کی کوشش کی تو دشمن ناکام اور ذلیل ہوا۔ وہ اس دُنیا میں بھی ذلیل وخوار ہوا اور جو خدا تعالیٰ کی نگاہ میں اس کی ذلت ہے وہ تو اس

دُنیا کی ذلت سے بھی زیادہ ہے۔

ویسے خدا تعالیٰ کا وعدہ نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی بھی چارپائی پر نہیں مرے گا۔ یا میری راہ میں شہادت نہیں حاصل کرے گا۔ کیونکہ زندگی اور موت تو انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہے لیکن جہاں تک انسانی زندگی کا تعلق ہے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ تم اپنی زندگی میں جس نیک مقصد کی خاطر میری راہ میں ثبات قدم دکھاؤ گے اور پیٹھ نہیں پھیرو گے اس مقصد میں کبھی ناکام نہیں ہو گے۔

باقی بچے بھی مر جاتے ہیں ملیریا بخار سے بھی ٹائیفائیڈ سے بھی اور سِل سے بھی بعض دفعہ ٹھوکر لگتی ہے بچے گرتے ہیں سر پر کسی ایسی جگہ پر چوٹ لگتی ہے جو جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ پس یہ مرنا تو انسان کے ساتھ لگا ہوا ہے لیکن جو شخص پیٹھ دکھاتا ہے وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا۔ وہ پیٹھ اس لئے دکھاتا ہے کہ اسے ابدی زندگی مل جائے مگر بعض دفعہ وہ پیٹھ دکھا کر اپنے گھر تک نہیں پہنچا ہوتا کہ راستے میں اس کی جان نکل جاتی ہے اگر ایسا کمزور ایمان اور منافق دس گھنٹے اور ایمان پر پختہ رہتا تو وہ جنت میں جاتا لیکن اُس نے آخری دس گھنٹوں میں اپنی ہلاکت کے سامان پیدا کر لئے۔

غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اپنے اندر یہ ذہنیت پیدا کرلو کہ تم ہر قیمت پر اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرتے رہو گے تو میں آسمان سے تمہاری مدد کے لئے فرشتے بھیجوں گا اور وہ تمہارے قدموں کو مضبوط کر دیں گے اور تمہیں اس قابل اور اہل بنا دیں گے کہ تم اپنے وعدہ پر پورے اُتر سکو۔ تم نے خدا تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ تم پیٹھ نہیں دکھاؤ گے مگر تم بشری کمزوریوں کے ساتھ ہماری مدد کے بغیر اور فرشتوں کے سہارے کے بغیر اپنا یہ عہد پورا نہیں کر سکتے لیکن ہماری مدد یعنی فرشتوں کو جو سہارا ہے وہ تمہیں اس صورت میں مل سکتا ہے کہ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ کی رو سے تم یہ عہد کرلو کہ خواہ کچھ ہو جائے ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کریں گے یعنی غلبۂ اسلام کے لئے جو جدوجہد ہو رہی ہے اور اشاعتِ اسلام کے لئے جو بڑی اہم تحریک شروع ہوئی ہے۔ ہم اس میں حصہ لینے کے لئے کھڑے ہو جائیں گے اور کسی چیز کی پرواہ نہیں کریں گے خواہ کچھ ہو جائے ہم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد سے کبھی باز نہیں آئیں گے۔ ہمارے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آئے گا کہ خدا کے دین سے منہ پھیر لیں۔ تب آسمان سے

فرشتے آئیں گے اور تمہارے پاؤں کو صراط مستقیم پر مضبوطی سے قائم کر دیں گے۔

جیسا کہ میں نے ابھی بتایا ہے اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ کی کیفیت طَاعَةٌ وَّ قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ میں مانی ہوئی ہے۔ چنانچہ سورۂ محمد میں آگے چل کر طَاعَة کے یہ معنے بیان ہوئے ہیں کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ بعض باتوں میں ہم تمہاری اطاعت کریں گے اور بعض باتوں میں اطاعت نہیں کریں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ایسا نہیں ہوسکتا۔ تمہیں کامل اطاعت کرنی پڑے گی۔ اس وقت بھی اطاعت کرنی پڑے گی جب امام نے ابھی عزم نہیں کیا کیونکہ مومن اس وقت بھی یہ کہتے ہیں کہ ہم اطاعت کریں پھر ان کے مشورہ اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق جب ایک فیصلہ ہو جاتا ہے تو وہ شخص جو مومن ہے اور پختہ ایمان والا ہے اور جو ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد کرنا چاہتا ہے۔ جو کامل اطاعت کا نمونہ دکھا رہا ہوتا ہے۔ جو نیکی کی باتیں کرتا اور خود اپنے معاشرہ میں نیک باتیں کرتا ہے۔ وہ اس فیصلہ پر بے اختیار یہ کہہ اُٹھتا ہے۔ اے خدا! میری روح کی بھی یہی آواز ہے۔ جو تیرا حکم آیا ہے میں تیرا ممنون ہوں کہ تو نے میرے لئے پہلے ہی ہدایت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں۔

لیکن ایک گروہ وہ کمزور ایمان والوں کا بھی ہوتا ہے چنانچہ فَاِذَا عَزَمَ الْاَمْرُ کی رو سے جس وقت عزم کیا جاتا ہے تو ایسے لوگ اطاعت نہیں کرتے یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فَاِذَا عَزَمْتَ (آل عمران: ۱۶۰) فرمایا ہے یعنی کسی کام کے عزم کا ایک آدمی ذمہ وار ہے اور دینی لحاظ سے ہر کام کے اصل ذمہ وار تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیونکہ جھوٹا ہے وہ شخص جو یہ کہتا ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا گئے ہیں آپ زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ اس لئے فَاِذَا عَزَمْتَ کی رو سے دراصل عزم انہی کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے میرے جیسے کمزور بندوں کو آپ کی نیابت میں کھڑا کر دیتا ہے۔ چنانچہ مجھ سے پہلے لاکھوں کروڑوں لوگ مختلف شکلوں میں آئے کئی اولیاء کی شکل میں آئے کئی محدّثین کی شکل میں آئے اور کئی خلفاء کی شکل میں آئے۔ دراصل تو خلافت ہی ہے لیکن خلافت کی آگے کئی شکلیں بن جاتی ہیں۔ غرض جو سلسلہ خلافت اس وقت قائم ہے اور پہلے بھی تھا کئی بزرگ اس شکل میں بھی آئے۔ لیکن خلافت ہی کی جو دوسری شکلیں ہیں

اُن میں بھی آئے جیسے محدثیت ہے یہ بھی خلافت ہی کی ایک شکل ہے یا ان میں سے اولیاء اللہ اور مقربین الٰہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جن کو یہ کہتا ہے کہ اس محدود دائرہ میں اس تھوڑے سے وقت میں تم میرے بندوں کی اصلاح کرو اور میرے دین کی مدد کرو تو اگر اُن کا اپنا کوئی وجود ہو یا اگر اُن میں سے کوئی یہ سمجھے کہ میرا کوئی مستقل وجود ہے تو وہ احمق اور ہلاک شدہ ہے۔ روحانی لحاظ سے زندہ اور قائم اور زندگی دینے والے اور قائم رکھنے والے خدا تعالیٰ کے حکم (اصل تو اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن اس کے حکم) اور اس کے منشاء اور اس کے فیصلہ کے مطابق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنی حیّ و قیّوم صفات کا آپ کو متصف بنا دیا ہے۔ تب ہی تو یہ فرمایا ہے کہ اے محمد! تو دُنیا کا نور ہے۔ تب ہی تو فرمایا ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز کی طرف آؤ وہ تمہیں زندہ کرتا ہے۔ اگر آپ حق کی صفت کے مظہر اتم نہ ہوتے تو لوگوں سے یہ نہ کہا جاتا کہ اس آواز پر لبیک کہو کہ یہ تمہیں زندہ کر دے گی۔

پس عزم تو وہی ہے لیکن طفیلی طور پر نیابت میں دوسرے عزم بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ کی رو سے جس وقت امام وقت کوئی فیصلہ کرتا ہے تو ایک دوسرا گروہ بہک جاتا ہے یا جس وقت حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فیصلے کیا کرتے تھے تو منافق اور کمزور ایمان والے بہک جاتے تھے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَاِذَا عَزَمَ الۡاَمۡرُ فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰہَ اس عہد کو جو انہوں نے کیا تھا اگر سچ کر دکھاتے اور اس موقع پر جو عزم کیا گیا ہے وہ اگر چہ ان کے خیالات اور ان کی خواہشات اور ان کی مرضی اور ان کی سہولتوں کے خلاف تھا تو پھر بھی وہ کہتے کہ طَاعَةٌ کا ہمارا عہد ہے۔ یعنی ہمارا یہ عہد ہے کہ کسی صورت میں ہم اپنے منہ نہیں پھیریں گے اور پیٹھ نہیں دکھائیں گے فرمایا فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰہَ اگر وہ اپنے اس عہد کو پورا کر کے اپنے عہد میں سچے ثابت ہو جاتے ہیں لَكَانَ خَيۡرًا لَّهُمۡ تو ان کے لئے بھلائی ہی بھلائی کے سامان پیدا ہو جاتے لیکن اگر وہ ایسا نہ کریں تو پھر اُن کے لئے شر کے سامان پیدا ہوں گے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تمہیں اس طرح چھوڑنا تو نہیں تم یہ سمجھتے ہو کہ جس طرح دُنیا بھول کر تمہیں ثابت قدم سمجھتی ہے کامل اطاعت گزار سمجھتی ہے۔ قول معروف پر کاربند سمجھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کا مددگار سمجھتی ہے۔ اُسی طرح تم اللہ تعالیٰ کو بھی دھوکہ

دے لو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم تو تمہیں سمجھتے ہیں ہم دُنیا کو بھی بتا دیں گے کہ تم اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَنَبۡلُوَنَّكُمۡ ہم تمہاری ضرور آزمائش کریں گے اور اس سلسلہ میں یہ ابتلاء اور یہ امتحان اللہ تعالیٰ اپنے علم میں زیادتی کے لئے تو نہیں پیدا کیا کرتا یا لایا کرتا۔ یہ دوسروں کو دکھانے کے لئے لاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے علم سے تو کوئی چیز پوشیدہ رہ ہی نہیں سکتی۔ کسی لحظہ بھی پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ یہ ابتلاء اور امتحان کیا خدا تعالیٰ خود جاننے کے لئے کرتا ہے (نعوذ باللہ) کہ کیسی ہے اطاعت کیسا ہے اخلاص؟ کیسا ہے ایثار اور کیسی ہے فدائیت! خدا تعالیٰ کو تو ان کا پہلے سے علم ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسا سمجھ کر تم نے اپنے نفسوں کو دھوکا دیا کہ اگر ہم انسانوں کو دھوکہ دے سکتے ہیں تو خدا تعالیٰ کو بھی دھوکا دے سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے مجھے تو تم دھوکہ دے ہی نہیں سکتے۔ لیکن میں اپنے بندوں کو بھی تمہارے دھوکے میں پھنسنے نہیں دوں گا۔ تمہارے لئے ابتلاء پیدا کروں گا۔ تمہارے لئے امتحان لاؤں گا پھر دُنیا کو پتہ لگ جائے گا کہ مجاہد اور صابر کون ہے اور وہ جو پارسائی کی چادر اوڑھے ہوئے تھا اس کے اندر کتنا گند بھرا ہوا ہے ایسے شخص کا ظاہر تو تھا لیکن باطن نہیں تھا۔ اس کا چھلکا تو تھا لیکن مغز نہیں تھا اس کا جسم تو تھا مگر روح نہیں تھی۔ غرض ایسا شخص انسان کو بھی دھوکہ نہیں دے سکے گا کیونکہ خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دے گا کہ وہ ننگا ہو کر بے مغز ہونے کی صورت میں اور ایک ایسے جسم کی شکل میں جس کے اندر روح نہیں ہے۔ دُنیا میں وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے آجائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ۔ تمہیں چاہئے تھا کہ تم اپنے عہد کو سچ کر دکھاتے اور اس بات کے لئے کہ تم اپنے عہد کو سچ کر دکھاؤ تمہارے لئے ابتلاء اور امتحان کے سامان پیدا کر دیئے گئے ہیں پھر فرمایا وَنَبۡلُوَاۡ اَخۡبَارَكُمۡ۔ ہم تمہارے اندرونے کی بھی آزمائش لیں گے یعنی ظاہر بین نگاہ صرف ظاہر کی کمزوریاں نہیں دیکھے گی بلکہ ایک ظاہر بین اور صاحبِ بصیرت و بصارت تمہارے اندر کی یعنی اندرونے کی کمزوریاں بھی دیکھے گا کیونکہ تمہیں ننگا کر کے دُنیا کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور تمہاری ساری شیخیاں کرکری ہو کر رہ جائیں گی۔ اس لئے پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ فرمایا کہ اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے چلے جاؤ۔ اس وقت تک کہ تم اس

دُنیا میں آخری سانس لو اور میں اس تسلسل کا مفہوم وَلَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَكُمۡ سے نکالتا ہوں چنانچہ وَلَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَكُمۡ میں فرمایا کہ تم اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ کیونکہ نیکی کو سوائے بدی کے اور کوئی چیز ضائع نہیں کرسکتی۔ بہرحال نیکی بدی کو ڈھانپ لیتی ہے۔ ہر نیکی بدی کا کفارہ بن جاتی ہے۔ ہر نیکی خدا تعالیٰ کی آنکھ میں قہر کو بدل کر پیار کے جذبات پیدا کر دیتی ہے۔ لیکن اگر عمر کے آخری حصے میں نیکی کی بجائے بدی اباء اور استکبار ہو تو گویا سب نیکیاں رائیگاں چلی گئیں سب ضائع ہو گئیں۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ایمان کا دعویٰ کرنے والو! آخری وقت تک آخری سانس تک خدا تعالیٰ اور اس کے رسول اور رسول کے نائبین کی اطاعت کرتے چلے جانا تا کہ ایسا نہ ہو کہ وَلَا تُبۡطِلُوۡۤا اَعۡمَالَكُمۡ کی رو سے تمہارا انجام بخیر نہ ہو اور تمہارے سارے کئے کرائے پر پانی پھر جائے اور تمہارے اعمال باطل اور ضائع ہو جائیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں شیطان کے اس شر سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے ہمیں فرشتوں کے پہرے میں رکھ کر ہمارا انجام بخیر کرے اور دُنیا کی کوئی طاقت اور دُنیا کی کوئی قوت اور دُنیا کے سارے اموال مل کر بھی ہمیں جھوٹا ثابت کرنے والے نہ ہوں۔ (فَلَوۡ صَدَقُوا اللّٰهَ میں جن کی طرف اشارہ ہے) کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے مطابق ہم سچے ثابت نہ ہوں بلکہ عِنۡدَ اللّٰه سچے ثابت نہ ہونے والے گروہ میں شامل ہو جائیں بلکہ ہم اس گروہ میں شامل ہوں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے مَنۡ قَضٰی نَحۡبَهٗ (الاحزاب:۲۴) کیونکہ انہوں نے اپنے کام حُسن سے، پیار سے، ایثار سے، فدائیت کے ساتھ اور عشق الٰہی میں مست ہو کر پورے کر دیئے اور اب وہ اپنے نیک انجام کو پہنچ گئے۔

خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے نیک انجام کو پہنچے اور ہمیشہ ہر حالت میں ثابت قدم رہے اور دُنیا کی ساری طاقتیں مل کر اور دُنیا کے سارے اموال جمع ہو کر اور دُنیا کے سارے جتھے متحد ہو کر بھی ہمارے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہ کرسکیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیار اس کی رحمت اور برکت سے اس کے فرشتوں کا ہمیں ہمیشہ سہارا ملتا رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی ہی نعمت ہمیشہ عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل ربوہ ۲۱؍ مئی ۱۹۷۲ء صفحہ ۲ تا ۵)